دیوتا

اک دن اُس نے سوچا
کیوں نہ بُلا کر
اپنے پیار کو
قتل کر دوں
اور امر کر دوں
دفنا کر

بہار کے آغاز میں
بڑے ہی اہتمام سے
سفید گُلاب سارے
اکٹھا کیے جھیل کنارے
اور اک قبر کھودی

اُسکے بُلانے سے
کانٹوں کے راستے پہ
تلواروں کے سائے میں
وہ چلی آئی
پاؤں سے خون رِستا رہا
گُلزار رستہ بنتا رہا
آخر وہ پہنچی
دیوتا کے سامنے

سر جُھکائے وہ کھڑی تھی
اک بوسے کی وہ منتظر تھی
دیوتا کے ہاتھوں نے
تھام لیا اُسے گردن سے
اک جھٹکا اور وہ جھول پڑی
دیوتا کی باہوں میں

نہ خون بہا نہ آنسو ٹپکا
اُٹھا کر دیوتا لے چلا
پُجارن کو اپنی دفنانے
پیار کی اپنے قبر بنانے

کُھلی قبر کے پاس جو پہنچا
بھر چُکی تھی آنسوؤں سے
سج چُکی تھی گلابوں سے
ایک گلاب جو اُس نے چھوا
تو وہ تازہ خون تھا
یہ کرشمہ دیکھ کر
پلٹ گیا دیوتا
لاش وہیں پہ چھوڑ کر

وسیم شہزاد